وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

حضرت مولانا نانوتویؒ کی آب حیات

مسئلہ حیات الانبیاءؑ

تالیف:

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

حضرت مولانا نانوتوی کی آبحیات

مسئلہ حیات الانبیاءؑ

(حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ)

از

ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند مئی ۱۹۶۱ء

ناشر

لال حسین اختر مبلغ ختم نبوت فیض باغ لاہور

ہدیہ ۲۰/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۸۹۷ء ...... وفات: ۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء

آپ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھا اور دارالعلوم دیوبند کے پون صدی مہتمم رہے۔ آپ کو دنیا نے حکیم الاسلام کے نام سے جانا اور پہچانا۔ سیالکوٹ کے احسان الحق قریشی نے جنوری ۱۹۶۱ء میں آپ کو حضرت نانوتوی کی شہرۂ آفاق کتاب آب حیات کے بارہ میں خط لکھا۔ جس کا جواب ۵؍فروری ۱۹۶۱ء کو حضرت قاری محمد طیب نے لکھا۔ مئی ۱۹۶۱ء کے رسالہ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوا۔ مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش: ۱۸۹۸ء، وفات: ۱۱؍جون ۱۹۷۳ء) نے اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ یہ خط ایک تاریخی دستاویز ہے۔ اس مجموعہ میں ہم اسے شائع کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’آب حیات‘‘

(حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ)

ذیل کا مکتوب حال ہی میں حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے قریشی احسان الحق صاحب پرنسپل گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ کے نام (قریشی صاحب کے ایک خط کے جواب میں) لکھا ہے۔ قریشی صاحب نے اپنے خط میں حضرت موصوف سے استفسار کیا تھا کہ آیا کتاب ’’آب حیات‘‘ مصنفہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ عام علماء کی دسترس سے باہر ہے؟ جیسا کہ مولانا محمد منظور نعمانی مدیر ’’الفرقان‘‘ لکھنو نے اپنے ایک مضمون میں رائے ظاہر کی ہے (مولانا محمد منظور نعمانی کا یہ مضمون پاکستان کے ایک رسالہ میں بھی شائع ہو چکا ہے) حضرت موصوف کا یہ مکتوب پراز معلومات ہے اور اسے من وعن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

حضرت المحترم زید مجدکم السامی

سلام مسنون نیاز مقرون!

گرامی نامہ باعث شرف ہوا، میں اسی وقت گجرات، بمبئی، مدراس، مالا بار، بنگلور کے طویل سفر کے لئے تیار تھا۔ وقت نہ تھا کہ دیوبند سے عریضہ ارسال کرسکوں۔ اس لئے گرامی نامہ سفر میں ساتھ رکھ لیا کہ راستے میں جواب عرض کرسکوں گا۔ سفر میں بھی مصروفیت کار بڑھی رہی۔ آج میل وشارم میں قدرے فرصت ملی تو قلم لے کر بیٹھا اور جو کچھ ذہن نارسا میں آیا اسے صفحۂ قرطاس پر اتارا جس کے پیش کرنے کی جرأت کررہا ہوں۔ تاخیر جواب کی معافی چاہتا ہوں۔

آب حیات کے سلسلہ میں الفرقان کے مضمون کا اقتباس پہلی ہی دفعہ نظر سے گزرا۔ واقعہ کی حد تک بات صحیح ہے۔ لیکن لوگوں کا اسے مسئلہ حیات النبی ﷺ کی نفی یا معنوی تحریف کے لئے آڑ بنانا غلط ہے۔ الفرقان کے اقتباس کا حاصل یہ ہے کہ آب حیات مشکل اور دقیق کتاب ہے۔ لیکن جو کتاب مشکل ہو اس کا مضمون ناقابل قبول یا قابل انکار بھی ہوا کرے بالکل انوکھی منطق ہے۔ صوفیاء اور عرفاء اسلام کی دقیق المضامین کتابیں جو ان کی اصطلاحی تعبیرات میں لکھی گئی ہیں یا معقولات کی بہت سی دقیق التعبیر کتابیں جو درسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اسی اصول پر قابل انکار ہی نہیں بلکہ غلط اور مہمل ٹھہر جائیں گی۔ خود حضرت نانوتوی ﷫ کی دوسری محققانہ کتابیں مثل تقریر دلپذیر، انتصار الاسلام، حدیث العماء، عصمت انبیاء، قبلہ نما وغیرہ جو توحید ورسالت، معصومیت انبیاء، مبداء ومعاد اور نبوات کے حقائق پر مشتمل ہیں۔ کیا ان کے مسائل توحید ورسالت وغیرہ کا انکار یا ان میں تأمل اس وجہ سے فائز ہوجائے گا کہ ان کتابوں کی تعبیر دقیق اور خالص علمی اور عرفانی ہے؟ جو عوام الناس یا عوام علماء کی دسترس سے باہر ہے؟

بہرحال مسئلہ حیات النبی ﷺ کے انکار یا اضمحلال کے جواز کے لئے آب حیات سے دقت وغموض کو پیش کیا جانا یا اسے حیلہ بنانا، بہت ہی عجیب سی بات ہے جو فہم سے بالاتر ہے۔ پھر اگر عقیدۂ حیات النبی ﷺ کی بنیاد ہی آب حیات پر ہوتی۔ تب بھی اس کی دقت تعبیر کے حیلہ سے کہنے سننے کی کچھ گنجائش ہوتی۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ اس مسئلہ کی بنیاد آب حیات نہیں بلکہ کتاب وسنت کی نصوص اور امت کا اجماع ہے۔ آب حیات لکھی جاتی یا نہ لکھی جاتی مجھ جیسا نالائق اسے درسا درسا پڑھے بغیر سمجھ سکتا یا نہ سمجھ سکتا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ؒ اس پر قابو پاسکتے یا نہ پاسکتے۔ ''مسئلہ حیات النبی ﷺ اپنی جگہ حق اور واجب القبول تھا'' خود حضرت نانوتوی قدس سرہٗ بھی تو آخر آب حیات لکھنے سے پیشتر یہی عقیدہ رکھتے جو انہوں نے اپنے مشائخ سے ورثہ میں پایا تھا کہ: ''نبی کریم ﷺ برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں۔'' اس کے اثبات کے لئے انہوں نے آب حیات جیسی قیمتی کتاب لکھی، نہ یہ کہ آب حیات لکھنے کے دوران میں اتفاق سے یہ عقیدہ سخن گسترانہ انداز سے ذہن میں منضبط ہوگیا اور حضرت نے اسے بطور ایک علمی نظریہ کے قبول کرکے عقیدہ بنالیا۔

بہرحال آب حیات عقیدہ حیات النبی ﷺ کی بنیاد نہیں اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے عالم کا کلام کسی دینی عقیدے کی بنیاد بن سکتا ہے۔ بلکہ آب حیات اس ثابت بالکتاب والسنۃ عقیدے کے عقلی وعرفانی دلائل اور متعلقہ حقائق ومعارف کا مجموعہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہونے کے مختلف پہلو واشگاف کئے گئے اور کتاب وسنت کے اس نقلی دعوے کو عقلی اور حسی انداز کے دلائل وشواہد سے نمایاں کیا گیا ہے۔

یہ کہنا کہ آب حیات میں حضرت اقدس نے موت نبوی ﷺ کا انکار کردیا ہے افتراء اور فتنہ پردازی ہے۔ حضرت نے صراحت کے ساتھ ''انک میت وانھم میتون'' کے تحت موت نبوی ﷺ کا اثبات کرتے ہوئے حیات نبوی ﷺ پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت اقدس معاذ اللہ نہ موت نبوی ﷺ کے منکر ہیں جو قطعی ہے نہ حیات بعد الموت کے منکر ہیں جو منصوص ہے۔ بلکہ بلا کسی شائبہ تفرد کے اس بارہ میں پوری امت کے ساتھ ہیں کہ آپ پر موت بھی طاری ہوئی اور موت کے بعد برزخ میں آپ ﷺ کو حیات بھی عطاء ہوئی جو جسمانی اور دنیوی تھی۔ حضرت کا جو کچھ بھی کلام ہے وہ اس موت اور حیات بعد الموت کی کیفیت میں ہے کہ اس کے طاری ہونے کی نوعیت کیا تھی؟ جو فن حقائق کا مسئلہ ہے نہ کہ فن عقائد کا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی ناسوتی حیات عام انسانوں جیسی حیات نہ تھی۔ اسی طرح آپ کی اور تمام انبیاء علیہم السلام کی موت اور حیات بعد الموت بھی عام انسانوں کی موت اور حیات بعد الموت کی طرح نہیں۔ آپ ﷺ پر موت طاری ہونے سے زوال حیات یا انقطاع حیات کلیۃً نہیں ہوا۔ بلکہ حیات سمٹ گئی اور آثار حیات حسی طور پر منقطع ہوگئے۔ برزخ میں وہی سمٹی ہوئی حیات بدستور سابق پھر بدن مبارک میں پھیلادی گئی۔ اس دعویٰ کا تعلق نہ درحقیقت موت کے طریان سے ہے نہ بعد الموت حیات کے سریان سے جو عقیدہ ہے۔ بلکہ ان دونوں کی کیفیت اور صورت تکون سے ہے۔ اس لئے اسے تفرد کہنا تحکم ہے۔ تفرد بمقابلہ عقیدہ ہوتا ہے۔ مسلمہ عقیدہ کو مان کر اس کی باطنی حقیقت بیان کرنے سے نہیں ہوتا بالخصوص جب کہ اس خاص کیفیت ممات وحیات کے بارہ میں سلف کے اشارات بھی موجود ہیں تو بیان کیفیت میں بھی تفرد نہیں رہتا۔

ہاں! تفرد اگر ہے تو طریق استدلال اور دلائل وبراہین کی ندرت میں ہے نہ کہ دعویٰ میں۔ نیز ان دلائل میں اگر انکار ہے تو موت نبوی ﷺ یا حیات نبوی ﷺ کا نہیں بلکہ اس خاص کیفیت کی موت اور خاص انداز کی حیات بعد الموت کا غیر انبیاء سے انکار ہے۔

اب اگر اس موت وحیات کی مذکورہ کتاب مخصوص کیفیت اور اندرونی حقیقت کا انکار ارباب سطح کرنے لگیں تو یہ انکار ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ ایک نابینا کسی بینا کے مشاہدات کا انکار محض اس لئے کرنے لگے کہ یہ حقائق اسے نظر نہیں آتیں تو جیسے یہ انکار درخور التفات نہ ہوگا ایسے ہی یہ طرف عمل بھی لائق توجہ نہیں ہوسکتا کہ اسباب ظواہر ان حقائق کو اسی پیمانے سے ناپنے لگیں جس سے مدلولات ظاہری کو ناپا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح نصوص کے مدلولات ظاہری کا پیمانہ نصوص کے ظواہر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ان کے مدلولات خفیہ کا پیمانہ بواطن نصوص ہوتے ہیں۔ ''لکل اٰیۃ منھا ظھر و بطن و لکل حد مطلع'' اور ساتھ ہی ''و لکل فن رجال'' باطنی حقائق کے اثبات کو ظاہری مدلولات کا انکار سمجھ جانا اسی کا فعل ہو سکتا ہے جسے نہ ظواہر نصوص پر پورا عبور حاصل ہو اور نہ ہی وہ نصوص کے ظہر و بطن کے مابین رابطہ سے واقف ہو۔ درحالیکہ نصوص کے ظواہر بلاشبہ اپنے بواطن سے مربوط اور وابستہ ہوتے ہیں اور اس ارتباط کا انکشاف خود ایک مستقل علم ہے جو راسخین فی العلم ہی کا حصہ ہے۔ اس لئے ان بواطن کا انکار درحقیقت ظواہر سے بھی کماحقہٗ عدم واقفیت یا فن حقائق سے عدم مناسبت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرز عمل کا شکار کتاب ''آب حیات'' بھی ہوئی ہے ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آب حیات کے دقیق ہونے کو مسئلہ حیات النبی ﷺ کے انکار و نفی سے کیا تعلق ہے؟

دارالعلوم دیوبند میں حضرت نانوتوی ؒ کی تصانیف کو درساً درساً پڑھانے کا سلسلہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب ؒ نے شروع فرمایا تھا اور عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس سے پہلے دارالعلوم کے مخصوص اکابر و اساتذہ حضرت کے مضامین حکمت کو دروس میں بذیل نصوص کتاب و سنت بیان کرنے کے عادی رہے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا شیخ الہند ؒ، میرے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب ؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ؒ خصوصیت سے کلامی مسائل کی تشریح حضرت اقدس ہی کی تصانیف کی روشنی میں فرماتے تھے۔ جس سے طلبہ کو ان علوم سے بلادرس و تدریس کافی مناسبت پیدا ہو جاتی تھی۔ موجودہ اساتذہ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ صدر المدرسین دارالعلوم اور حضرت مولانا رسول خان صاحب سابق مدرس دارالعلوم کو حکمت قاسمیہ پر کافی عبور ہے اور دروس میں ان کے یہاں موقع بموقع یہ حکم و اسرار قاسمیہ بیانات میں آتے رہتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کے مقابلہ میں فلسفہ سو برس تک کتنے ہی رنگ در وپ بدل بدل کر آئے، لیکن حکمت قاسمیہ ؒ کی روشنی میں اس کا اندازقد، فوراً پہچانا جائے گا اور اس کی قلعی کھلے بغیر نہ رہے گی۔ اس لئے حضرت کی کتب باوجود دقیق المدرک ہونے کے یہاں کے طلبہ میں بدیہیات اولیہ کا درجہ رکھتی تھیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے متعذر الحصول یا ناممکن الادراک ہونے کا پروپیگنڈا کن مصالح پر مبنی ہے۔ لوگ قاضی حمداللہ، صدرا، شمس بازغہ تو سمجھ لیں اور آب حیات اور قبلہ نما سامنے آئے تو اس کو متعذر الحصول ہونے کا عذر کر کے کھڑے ہو جائیں تو سوائے اس کے کہ یا اسے فن حقائق سے عدم مناسبت یا ''الناس اعداء ما جھلوا'' پر محمول کیا جائے اور کہا جائے؟ اس تفصیل کے بعد جناب کے سوالات کا جواب درج ذیل ہے:

۱...... میں نے آب حیات درساً درساً نہیں پڑھی۔ جتنا بن پڑا خود ہی اس کا مطالعہ کیا ہے، نہ وہ ناقابل فہم و ادراک ہے اور نہ ہی اس کے علوم ملائکہ کے لئے ہیں بلکہ انسانوں ہی کے لئے ہیں۔ مگر ذی استعداد انسانوں کے لئے جنہیں علوم دینیہ کے ساتھ معقول و فلسفہ اور ہیئت و ریاضی میں کافی دستگاہ ہو۔ آب حیات میں مشکل حصہ دلائل کا ہے مسائل کا نہیں۔ دعویٰ یا مسئلہ اس میں وہی ہے جو شرعی ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاء ﷺ برزخ میں جسمانی

اور دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور رزق پاتے ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ کی موت اور حیات بعد الموت عام موتوں اور حیاتوں کی طرح نہیں اور نہ ہی موت طاری ہونے اور حیات بعد الموت آنے کی کیفیت ہی عام انسانوں جیسی ہے اسی لئے اس حیات کے اثرات عالم دنیا تک بھی پہنچے ہوئے ہیں کہ نہ ان کی بیویاں بیوہ اور قابل نکاح ہوتی ہیں اور نہ ان کے اموال میں میراث بٹتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس دعویٰ یا اس شرعی مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں۔ اشکال اگر ہے تو دلائل اور ان کی محققانہ تعبیر میں ہے لیکن عوام کے لئے نہ کہ اہل علم اور اہل ذوق کے لئے اور کچھ بھی ہو میرے یا کسی کے اسے درسا درسانہ پڑھنے سے یا کتاب کے مشکل ہونے سے اس کھلے ہوئے شرعی مسئلہ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے کہ اس اشکال کی آڑ میں مسئلہ کی نفی یا انکار کیا جائے یا حضرت کو اس عقیدہ کے کسی بھی پہلو میں جمہور سلف وخلف سے الگ یا متفرد کہا جائے۔

۲...... ''الفرقان'' میں ذکر کردہ واقعہ بالکل صحیح ہے لیکن آخر میں اجمال کر دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ''حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ﷫ نے مجھے ''آب حیات'' پڑھانے سے یہ کہہ کر معذرت فرمائی تھی کہ یہ کتاب بہت عالی اور دقیق مضامین پر مشتمل ہے اور میں اہتمام کے جھگڑوں میں مبتلا رہ کر چونکہ ہمہ تن اس کتاب کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس کا پڑھانا میرے لئے مشکل ہے۔ یہ کتاب ایسی نہیں ہے کہ میں ذیلی اور ضمنی طور پر محض سرسری مطالعہ سے اسے حل کر کے اس پر قابو پاسکوں۔

بہرحال اس واقعہ سے کتاب کے ناممکن الفہم ہونے یا اس میں بیان شدہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے مشکوک یا مشتبہ ہونے پر استدلال کیا جانا، قطعاً بے معنی ہے۔ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ اور دیوبند کے تمام اکابر وعلماء کا مسلک اس بارہ میں صاف رہا ہے اور ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ ناکارہ خدام اکابر بھی انہیں اکابر ممدوحین کے اس مسلک کا پابند اور من وعن متبع ہے۔ والسلام!

محمد طیب غفرلہٗ

مدیر دارالعلوم دیوبند ۱۸ر شعبان ۱۳۸۰ھ

از میل وشارم (مدراس)